18

مرکز ایک نقطۂ مرکزی کی حیثیت رکھتا ہے
لہذا اسے سب سے پہلے بیداری کا ثبوت دینا چاہیے
کوشش کرو کہ سوائے اشد معذوری کے
کوئی احمدی بھی تحریک جدید میں حصہ لینے سے محروم نہ رہے

(فرمودہ 31/اگست 1951ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''ایک لمبے عرصہ کے بعد میں مسجد میں آنے کے قابل ہو سکا ہوں۔ ابھی میرے گھٹنے کی تکلیف پوری طرح رفع نہیں ہوئی تاہم میں اِس قابل ہو گیا ہوں کہ چل پھر سکوں، سیڑھیوں پر ابھی چڑھنا ذرا مشکل ہے۔ اب جبکہ میں مسجد کی طرف آ رہا تھا مجھے سیڑھیوں کا خیال نہیں تھا اس لیے جب سیڑھیوں پر چڑھنے لگا تو مشکل معلوم ہوئی اور دو تین سوٹیوں کا سہارا لے کر میں تین سیڑھیاں چڑھ سکا۔ ویسے میدان میں مَیں بغیر سہارے کے چل پھر سکتا ہوں مگر تھوڑا۔

آج میں آپ لوگوں کو ایک حدیث کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں اَلَا فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃٌ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ ۔1 خوب کان کھول کر سن لو کہ انسانی جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ ۔ جب وہ گوشت کا لوتھڑا ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسمِ انسانی ٹھیک ہو جاتا ہے وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اور جب وہ لوتھڑا خراب ہو جاتا ہے تو سارا انسانی جسم خراب ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا اَلَا وَ ھِیَ الْقَلْبُ ۔ سنو! وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ قلوب کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ صُدُوْر میں ہیں۔ قرآن کریم میں جب ''قلب'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اِس سے مُراد وہی قلب ہوتا ہے جو سینہ میں ہوتا ہے اور وہ دل جو انسانی جسم کو خون مہیا کرنے والا ہے وہ بھی سینہ میں ہی واقع ہے۔ اور لوگوں نے خصوصاً اِس زمانہ کے سائنسدانوں اور تشریحِ اَبدان والوں نے کہا ہے کہ وہ چیز جو انسانی اعمال، افعال، ارادوں اور خواہشات کو منضبط کرتی ہے اور انہیں ایک نظام کے نیچے لاتی ہے آیا وہ دل ہے یا دماغ۔ موجودہ سائنسدانوں کا فیصلہ یہی ہے کہ وہ دل نہیں دماغ ہے۔ سائنسدانوں سے ڈر کر بعض مسلمان علماء نے بھی قرآن کی آیات کی ایسی تفسیر شروع کر دی ہے جس سے یہ نکلتا ہے کہ قلب سے مُراد قلبِ انسانی نہیں اِس سے مراد محض وہ مقام ہے جو انسانی جسم پر حکومت کرتا ہے چاہے وہ دماغ ہی ہو۔ میرے نزدیک یہ توجیہہ محض ڈر کی وجہ سے ہے۔ کئی لوگوں نے کوشش کی ہے کہ وہ سائنس کے ڈر کی وجہ سے قرآنی آیات کو موجودہ سائنس کے نظریات کے ماتحت کر دیں۔ لیکن جہاں تک قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے میرے نزدیک قلب سے مُراد وہی چیز ہے جو سینہ میں ہوتی ہے اور اس چیز کو دماغ قرار دینا محض دھینگا مُشتی ہے۔

اِس وقت میں اس حدیث کے لفظی معنوں کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا بلکہ اس کے عمومی استدلال کی طرف آپ لوگوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اعمال کی صفائی دل کی صفائی کے ساتھ وابستہ ہے۔ تم اپنے ہاتھوں کی صفائی کر کے پاک نہیں ہو سکتے، تم اپنے منہ کی صفائی کر کے پاک نہیں ہو سکتے، تم اپنے سر کی صفائی کر کے پاک نہیں ہو سکتے کیونکہ پاکیزگی کا منبع دل ہے۔ لیکن اگر تم اپنے دل کی صفائی کر لو گے تو تمہارا منہ پاک ہو جائے گا، تمہارے ہاتھ بھی پاک ہو جائیں گے، تمہارے پاؤں بھی

پاک ہو جائیں گے۔ جسم کی صفائی کے ساتھ دل کی صفائی لازمی نہیں۔ ممکن ہے جسم کی صفائی کے ساتھ دل صاف ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ صاف نہ ہو۔ اگر جسم کی صفائی کے ساتھ دل صاف ہو جاتا ہے تو یہ ایک اتفاقی امر ہے ورنہ دل کی صفائی اور جسم کی صفائی آپس میں لازم ملزوم نہیں۔ ہاں! اِس سے یہ استدلال ضرور ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام نظاموں میں ایک چیز کو قلب کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو جوارح کی۔ اِس سے جہاں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جسمانی صفائی دل کی صفائی پر منحصر ہے وہاں یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ دنیا کے تمام نظاموں میں جس چیز کو دل کی حیثیت حاصل ہوگی باقی سب چیزوں کی صفائی اُس کی صفائی پر منحصر ہوگی۔

ہماری جماعت بھی ایک نظام کے ماتحت ہے۔ وہ بھی ایک جسمِ انسانی کے مشابہ ہے۔ جن چیزوں میں نظام ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کا اثر قبول کرتی ہیں۔ لیکن جن چیزوں میں نظام نہیں ہوتا وہ ایک دوسرے کا اثر قبول نہیں کرتیں۔ مثلاً ایک دیوار ہے دوسری دیوار اس سے سو گز یا ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر ہے۔ اب اگر ایک دیوار گر جائے یا اُسے کوئی صدمہ پہنچے تو دوسری کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لیکن اگر دونوں دیواریں ایک مکان کا حصہ ہوں تو ایک کے گرنے سے دوسری کو صدمہ پہنچے گا، مکان بیکار ہو جائے گا اور وہ نئے سرے سے بنانا پڑے گا۔

غرض جو چیزیں نظام سے وابستہ ہوتی ہیں اُن کا ایک قلب ہوتا ہے۔ بالکل اِسی طرح جس طرح انسانی جسم میں ایک قلب ہوتا ہے۔ جب انسانی جسم میں اس کے نظام کو برقرار رکھنے کے لیے قلب کی ضرورت ہے تو جہاں اِس قسم کی دوسری چیزیں پائی جائیں گی وہاں بھی یہی قانون جاری ہو جائے گا اور جو چیز بھی انسانی جسم کے مشابہ ہوگی وہاں یہ اصول جاری ہو جائے گا۔ مثلاً یہی مثال لے لو کہ ایک شخص کافر ہو گیا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تسلیم کرتا ہے۔ ایسے شخص کے متعلق قرآن کریم میں جو احکام ملتے ہیں اُس سے ملتے جُلتے شخص پر بھی وہی احکام لگیں گے۔ یہ نہیں کہ وہ احکام صرف ایک عیسائی یا صرف ایک یہودی کے لیے ہیں بلکہ جو بھی ایک عیسائی یا یہودی کی طرح اعمال کرے گا اُس پر وہی احکام جاری ہوں گے۔ مثلاً مجوسی ہیں اُن پر بھی عیسائیوں اور یہودیوں والے احکام جاری ہوں گے۔ چنانچہ مجوسیوں کے متعلق حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ اُن سے وہی سلوک کیا جائے گا

جو عیسائیوں سے کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مجوسیوں کے متعلق قرآن کریم میں تفصیلی ذکر نہیں آتا۔ قرآن کریم ان کا اشاروں میں ذکر کرتا ہے۔

پس جو چیز بھی انسانی جسم کے مشابہ ہوگی اور جہاں بھی یہ معلوم ہوگا کہ ایک چیز دوسری چیز کے تابع ہے اور وہ ایک دوسری پر اثر انداز ہوتی ہے وہاں یہ ماننا پڑے گا کہ ان دونوں چیزوں کو آپس میں جسم اور قلب کی حیثیت حاصل ہے۔ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ جب ان کا مرکزی نقطہ خراب ہوجائے گا تو وہ ساری چیزیں خراب ہوجائیں گی جو اُن کے تابع ہوں گی۔ وَ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اور جب ان کا مرکزی نقطہ صحیح ہوجائے گا تو وہ ساری چیزیں صحیح ہوجائیں گی جو اُن کے تابع ہوں گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح دل کے خراب ہونے سے سارا جسمِ انسانی خراب ہوجاتا ہے اور اس کے صحیح ہونے سے سارا جسمِ انسانی صحیح ہوجاتا ہے۔ مثلاً اسلام کا ایک نقطۂ مرکزی خدا تعالیٰ ہے۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکزی نقطہ ہیں۔ پھر قرآن کریم ایک مرکزی نقطہ ہے۔ پھر اس زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک نقطۂ مرکزی ہیں۔ پھر خلافت نقطۂ مرکزی ہے۔ پھر ان کے ساتھ مرکز بھی ایک نقطۂ مرکزی ہے۔ ایک زمانہ میں قادیان مرکز تھا اب عارضی طور پر ربوہ مرکز ہے۔ پھر علاقوں علاقوں کی مرکزی جماعتیں نقطۂ مرکزی کی حیثیت رکھتی ہیں اور وہ بیرونی جماعتوں کو متأثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

بہرحال مرکز میں کوئی خرابی پیدا ہوگی تو بیرونی جماعتیں بھی اس سے متأثر ہوں گی۔ مثلاً اگر مرکز میں نمازوں میں سُستی یا چُستی پیدا ہوجائے تو باہر سے جب کوئی مہمان آئے گا تو وہ یہاں سے کچھ باتیں اخذ کرے گا اور اپنے گاؤں جا کر کہے گا کہ میں نے ربوہ میں دیکھا ہے کہ لوگ نمازوں کے بہت پابند ہیں آپ کیا کر رہے ہیں؟ اِس طرح بہت حد تک اس جماعت کے لوگ نمازوں کے پابند ہوجائیں گے۔ لیکن اگر وہ مہمان مرکز سے بُرا اثر لے کر گیا ہے تو جب کوئی مہمان اٹھ کر لوگوں کو نماز کی پابندی کرنے کی تلقین کرے گا تو وہ شخص کہے گا میں ربوہ میں گیا تھا وہاں بھی لوگ نماز کے پابند نہیں۔ اِس طرح جماعت میں سُستی پھیل جائے گی۔ پس اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ۔ مرکز وہ جگہ نہیں ہوسکتی جہاں باہر سے لوگ نہ آئیں۔ اور جب لوگ باہر سے آئیں گے تو نہ اُن کی آنکھیں بند کی جاسکتی ہیں، نہ اُن کے کانوں میں روئی ٹھونسی جاسکتی ہے

اور نہ اُن کی زبانیں کاٹی جا سکتی ہیں۔ وہ جب آئیں گے وہ دیکھیں گے بھی، وہ سنیں گے بھی اور وہ اپنے اپنے گاؤں میں واپس جا کر باتیں بھی کریں گے۔

پس ربوہ پر ویسی ہی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جیسی ذمہ داریاں پہلے قادیان پر تھیں اور اب بھی ہیں۔ بلکہ اب ربوہ کا جماعت پر زیادہ وسیع اثر ہے کیونکہ عارضی طور پر خلافت ربوہ میں آ گئی ہے۔ جب خدا تعالیٰ چاہے گا اور وہ کامیابی اور کامرانی کے ساتھ مسلمانوں کو واپس اُن کے گھروں میں لے جائے گا تو پھر قادیان مرکز بن جائے گا۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے اِس کے یہ معنے نہیں ہوں گے کہ ربوہ مرکز نہیں رہے گا۔ ربوہ کیا، ہمیں سینکڑوں اَور مراکز کی ضرورت ہے کیونکہ ہر ملک اور ہر علاقہ میں ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے۔ اور اِس وقت مختلف ممالک میں بعض جگہیں مراکز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً گولڈ کوسٹ (مغربی افریقہ) کے لوگ جب سالٹ پانڈ جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مرکز میں گئے تھے۔ ان کے لیے سالٹ پانڈ ہی مرکز ہے کیونکہ انچارج مبلّغ وہاں رہتا ہے اور وہیں سے انہیں ہدایات ملتی ہیں۔ پھر نائیجیریا میں لیگوس کی جماعت بیرونی جماعتوں پر اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ وہاں مرکزی مبلّغ رہتا ہے اور وہیں سے تمام جماعتوں کو احکام جاری ہوتے ہیں۔ اب امریکہ میں واشنگٹن کو مرکز کی حیثیت حاصل ہے اور ضروری ہے کہ اُس کا اثر دوسری جماعتوں پر پڑے۔ انڈونیشیا میں جکارتا جماعت کا مرکز ہے۔ حکومت کا مرکز بھی وہی ہے۔ پس لازمی ہے کہ وہاں کی جماعت کی کوتاہیوں یا خوبیوں کا اثر تمام دوسری جماعتوں پر پڑے۔ لیکن ربوہ کو ان مراکز سے زیادہ حیثیت حاصل ہے۔ خلافت یہاں ہے اور اُس وقت تک خلافت یہیں رہے گی جب تک کہ ہندوستان میں امن قائم نہیں ہو جاتا، ہمیں وہاں تبلیغ کی پوری آزادی نہیں مل جاتی اور ہم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر وہاں امن کی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔

نادان احراری ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہمیں قادیان واپس جانے کی خواہش ہے۔ ان کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ مکہ مسلمانوں کا مرکز ہے جو اِس وقت اہلِ حدیث کے ماتحت ہے۔ کیا سنّیوں کو وہاں جانے کی خواہش نہیں؟ لیکن ذلّت کے ساتھ زندگی گزارنا اور عزت کے ساتھ کہیں رہنا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ ہم ذلّت کے ساتھ واپس جانا نہیں چاہتے۔ ہم اُس وقت واپس جانے کی خواہش رکھتے ہیں جب ہمارے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بھی وہاں مکمل آزادی حاصل ہو گی۔

کیونکہ جہاں تک ہندوؤں اور عیسائیوں کا تعلق ہے وہ ہمیں ویسے ہی مسلمان سمجھتے ہیں جیسے دوسرے مسلمانوں کو۔ اس لیے یہ شور مچانا محض احمقانہ بات ہے اور یا پھر اس بات کی علامت ہے کہ ان کی ہمتیں ٹوٹ چکی ہیں اور ان کے ارادے پست ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ اپنی آبائی عزت کو واپس لینا نہیں چاہتے۔ یا یہ بات محض دشمنی کی وجہ سے ہے کیونکہ انسان عداوت کی وجہ سے ایسی باتیں بھی کر لیتا ہے بلکہ عداوت میں آکر وہ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور دوسرے عزیزوں کو گالیاں بھی دے لیتا ہے۔

پس جب تک ربوہ میں خلافت ہے اسے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور یہ اہمیت ساری دنیا پر اثر انداز ہوگی۔ پھر جب قادیان واپس مل جائے گا تب بھی یہ مرکز رہے گا کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کے حضور بے شمار دعائیں کی گئی ہیں۔ مگر اُس وقت یہ اپنے علاقہ کا مرکز ہو جائے گا اور اس کی وہ حیثیت نہیں رہے گی جو اَب ہے۔

گزشتہ سترہ سال سے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور سب سے پہلے میں نے قادیان کے لوگوں کو مخاطب کیا تھا اور اب میرے سامنے ربوہ کے لوگ بیٹھے ہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چند سالوں سے جماعت کی تحریک جدید کی طرف وہ توجہ نہیں رہی جو پہلے تھی حالانکہ کام پہلے سے بیسیوں گُنے بڑھ گیا ہے۔ مبلّغوں کی تعداد جو اَب ہے اس سے پہلے اس کا بیسواں حصہ بھی نہیں تھی، جماعت کی جو تنظیم اب ہے اس سے پہلے اس کا بیسواں حصہ بھی نہیں تھی۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ۔ بعض جگہوں پر جماعت کم ہوگئی ہے ورنہ عام طور پر جماعت بڑھی ہے لیکن ابھی تک ہماری تبلیغ اتنی بھی نہیں جتنا آٹے میں نمک ہوتا ہے۔ اِس وقت ہمارا مخاطب طبقہ دس پندرہ لاکھ کی تعداد میں ہے اور دنیا کی تعداد اڑھائی اَرب ہے۔ ہم نے تو اِس تعداد کو دس کروڑ بنانا ہے اور پھر اڑھائی ارب، لیکن ہم ابھی سے سو گئے ہیں۔ جو تعداد ہماری مخاطب ہے وہ اڑھائی ارب میں اڑھائی ہزارواں حصہ بھی نہیں۔ اتنا حصہ نمک اگر آٹے میں ڈال دیا جائے تو اس کا پتا بھی نہیں لگے گا۔ مثلاً آدھ سیر آٹا ہو تو آدھ سیر میں چالیس تولے ہوتے ہیں۔ اور چالیس تولے میں چار سواَسّی ماشے ہوتے ہیں۔ اور چار سواَسّی میں اڑتیس سو چالیس رتیاں ہوتی ہیں۔ گویا ہم اگر دنیا کی آبادی کے لحاظ سے اپنی تبلیغ کا اندازہ لگائیں تو اس کے معنے یہ ہیں کہ جس طرح آدھ سیر آٹے میں رتّی یا ڈیڑھ رتّی نمک ڈالا جائے۔

اگر آدھ سیر آٹے میں رَتّی ڈیڑھ رَتّی نمک ڈالا جائے تو اس کا پتا بھی نہیں لگے گا بلکہ اگر اتنی مقدار نمک کی ایک لقمہ میں بھی ڈالی جائے تو وہ زیادہ محسوس نہ ہوگا۔لیکن اتنی بات پر ہی ہم میں غفلت پیدا ہو گئی ہے حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ ہماری تبلیغ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچتی۔

پھر یہ بھی سوچو کہ سارے لوگ ہماری بات نہیں مانتے۔ دس، گیارہ لاکھ آدمی کے یہ معنے ہیں کہ ہزار، دو ہزار آدمی ہماری بات مانیں گے باقی لوگ ہمارے مخالف ہو جائیں گے یا بات سن کر اس پر عمل نہیں کریں گے۔ اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے کہ ہماری تبلیغ ساری دنیا میں پھیلے تو دس، بیس یا تیس ہزار کیا دو تین لاکھ آدمی ہماری باتیں سنیں اور انہیں مانیں تب کام ہوگا۔ پھر بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی علاقہ میں سچائی پھیل جاتی ہے تو سارا ملک کا ملک اُس سچائی کو قبول کر لیتا ہے۔ حضرت موسٰی علیہ السّلام کے پاس بھی پہلے ایک ایک کر کے آدمی آئے، حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے پاس بھی پہلے ایک ایک کر کے آدمی آئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بھی پہلے ایک ایک کر کے آدمی آئے پھر سب لوگ آ گئے۔ اسی طرح اگر ہمارے پاس کسی جزیرہ کے لاکھ دو لاکھ آدمی آ جائیں اور وہ وہاں کی آبادی کے تیس چالیس فیصدی ہو جائیں تو باقی ساٹھ ستّر فیصدی ایک دن میں ایمان لے آئیں گے۔ پھر ایک جزیرہ سے دوسرا جزیرہ متأثر ہوگا اور وہاں کے لوگ ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اُس دن کو لانے کے لیے کوئی معیار تو ہونا چاہیے کہ ہماری تبلیغ اڑھائی اَرب لوگوں میں پھیل جائے لیکن ہم دس پندرہ لاکھ سے بھی نیچے اُتر رہے ہیں۔ دفتر سے مجھے روزانہ کاغذات آتے ہیں کہ فلاں کام کو بند کر دیا جائے، فلاں محکمہ کو توڑ دیا جائے کیونکہ اب سارا کام قرضہ پر چل رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اِس میں سب سے بڑی ذمہ داری مرکز پر آتی ہے۔ قادیان باقی دنیا سے پوشیدہ ہے وہ صرف اب ہندوستان کا مرکز ہے۔ وہ اب بورنیو، ملایا، سماٹرا، جاوا، سلیبیس2، انگلینڈ، جرمنی، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، ایسٹ افریقہ یعنی ٹانگانیکا، کینیا کالونی اور یوگنڈا، مغربی افریقہ یعنی گولڈ کوسٹ، نائیجیریا، سیرالیون، عراق، شام، عرب، فلسطین، پاکستان اور سیلون وغیرہ کے سامنے نہیں۔ پس ہمیں مرکز کو پکڑنا چاہیے اور ہمیں مرکز میں کام اِس قدر مکمل کر لینا چاہیے کہ ہم باہر کی جماعتوں کو چیلنج کر سکیں کہ مرکز نے اپنے اندر اِس قدر تبدیلی پیدا کر لی ہے تمہیں بھی اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنا چاہیے۔ ہمیں اپنی تحریکوں میں جو کامیابی ہوئی ہے اِس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ مرکز پکا ہوتا تھا۔ اور جب مرکز پکا ہوتا ہے

تو پھر کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی لوگ خود بخود اپنے اندر بیداری پیدا کر لیتے ہیں۔

جلسہ تو اتوار کو ہے لیکن شاید بیماری کی وجہ سے مجھے وہاں آنے کا موقع نہ ملے۔اس لیے میں اِس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں ربوہ کی تمام مجلسیں، ادارے، پریذیڈنٹ صاحبان، سیکرٹری مل کر ایسی کوشش کریں کہ ہر مرد اور عورت جس کے لیے مادی لحاظ سے تحریک جدید میں حصہ لینا ممکن ہے وہ اس میں حصہ لے اور پھر اپنے وعدہ کو جلدی سے پورا کرے۔اور یہ تبھی ہوسکتا ہے جب باقی شرائط کو بھی پورا کیا جائے۔میں نے دیکھا ہے کہ باقی شرائط پر ہمارے گھر میں بھی اب پوری طرح عمل نہیں ہو رہا۔اور وہ شرائط سادہ زندگی بسر کرنا، فضول خرچی سے بچنا، زیورات اور کپڑوں پر زیادہ خرچ نہ کرنا، ایک سالن کھانا، سینما اور تماشوں میں نہ جانا۔ ہمیں پہلے یہ شکایت نہیں تھی کہ جماعت کے نوجوان سینماؤں میں جاتے ہیں لیکن اب بعض اوقات ایسی شکایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے تو نہیں لیکن ایک تعداد نوجوانوں کی سینماؤں میں جاتی ہے۔اگر سولڑکا سینما میں جائے اور چار چار آنہ کا بھی ٹکٹ ہو تو تین سو روپیہ سالانہ ہمارا اِس طرح ضائع ہوتا ہے۔اگر یہ روپیہ تحریک میں جاتا تو اِس سے عظیم الشان فائدہ ہوتا۔پھر کھانے میں صحیح طور پر بچت کی جائے تو پانچ چھ روپے ماہوار کی بچت ہو جاتی ہے اور ایک غریب سے غریب آدمی بھی اُٹھنّی ماہوار بچا لیتا ہے۔اب اگر اُٹھنّی ماہوار کا بھی اندازہ رکھا جائے تو کتنی بچت ہوسکتی ہے۔اگر جماعت کا ہر بچانے والا اُٹھنّی ماہوار بھی بچالے اور اس کا نصف بھی تحریک میں دے تو لاکھوں روپے کی آمد ہوسکتی ہے۔ اگر ایک ایک آنہ بھی ماہوار آئے تو موجودہ بجٹ سے پچھتّر ہزار روپیہ زیادہ کی آمد ہوسکتی ہے۔

ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی رستہ ہوتا ہے اور اُسی رستہ کے ذریعہ اُس چیز کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔قرآن کریم میں آتا ہے وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔3 یعنی گھروں میں دروازوں کے رستہ داخل ہو۔اگر تم دیواریں پھاند کر اندر داخل ہونا چاہو گے تو یہ طریق درست نہیں ہوگا۔اگر تم تلوار چلانا اور ہتھیار سے کام لینا سیکھو نہیں اور دفاع اور حملہ کے طریق نہ سیکھو بلکہ یونہی سینہ تان کر دشمن کے سامنے چلے جاؤ اور وہ تمہیں گولی مار کر ہلاک کر دے تو اِس سے ملک کو کیا فائدہ ہوگا؟ اِس سے تمہاری قوم کو کیا فائدہ ہوگا؟ اگر چھوٹی سے چھوٹی تلوار بھی ہو، چاقو ہو یا ڈنڈا ہی ہو اور اُس سے کام لینے کا فن تمہیں آتا ہو تو تم قوم کے لیے مفید وجود بن سکتے ہو۔لیکن اگر تمہیں تلوار یا لاٹھی چلانا نہیں آتا

تو سوائے عورتوں کی طرح بیٹھنے اور بددعائیں دینے کے تم کر ہی کیا سکتے ہو؟ یا یہ کہ دس بارہ ہزار کی تعداد میں جمع ہو کر چند نعرے مار لو گے کیا اِس سے کام ختم ہو جائے گا؟ یا اگر احرار کے ٹائپ کے لوگ ہوں گے تو وہ احمدیوں کو گالیاں نکال لیں گے اور کہہ دیں گے ان کا بیڑا غرق ہو اور وہ سمجھ لیں گے کہ جونہی انہوں نے کہا کہ احمدیوں کا بیڑا غرق ہو اسلام عرش پر پہنچ جائے گا۔ یہ سب لغو باتیں ہیں جن سے بچنا چاہیے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ آجکل لوگ اپنے خون کے ساتھ دستخط کر رہے ہیں۔ مجھے یہ خبریں سن کر ہنسی آ جاتی ہے۔ میں چند دن ہوئے اپنا خون ٹیسٹ کروانے کے لیے لاہور ہسپتال میں گیا تھا۔ انہوں نے میری پانچوں انگلیوں سے اِس قدر خون نکالا کہ اُس سے چالیس دستخط ہو سکتے تھے۔ خون سے دستخط کرنے سے کیا انسان میں بہادری آ جاتی ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ ایک بیوقوف بادشاہ تھا۔ اُس کے درباریوں نے اُسے مشورہ دیا کہ فوج پر اتنا خرچ ہو رہا ہے اِس کی کیا ضرورت ہے؟ انہیں فارغ کر دیا جائے۔ جب لڑائی ہوگی قصائیوں کو بُلا لیا جائے گا اور وہ اِس کام کو سرانجام دیں گے۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ چلو یہی روپیہ عیاشی میں خرچ کر لوں گا۔ اُس نے فوج کو توڑنے کے احکام صادر کر دیئے اور قصائیوں کو بُلا کر انہیں حکم دیا کہ وہ ملکی دفاع کریں۔ جب اردگرد کے بادشاہوں کو اس کی حماقت کا علم ہوا تو انہوں نے ملک پر فوج کشی کر دی۔ بادشاہ نے تمام ملک کے قصائیوں کو حکم دیا کہ وہ دشمن کا مقابلہ کریں۔ قصائی اپنی چُھریاں تیز کر کے باہر نکلے۔ وہ دو دو، تین تین مل کر اور پینترے بدل کر ایک سپاہی کو پکڑتے اور اُس کو قبلہ رُخ لٹا کر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر اُس کا گلا کاٹتے۔ انہوں نے دس پندرہ آدمیوں کو ہی مارا ہو گا کہ دشمن نے اُن کے پندرہ بیس فیصدی آدمیوں کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر وہ سب دوڑتے ہوئے دربار میں حاضر ہوئے اور فریاد! فریاد! فریاد! پکارنے لگے۔ بادشاہ نے کہا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا بادشاہ سلامت! بالکل بے انصافی ہو رہی ہے۔ ہم تو دو تین مل کر بڑی اُستادی کے ساتھ ایک سپاہی کو پکڑتے اور اُس کو قبلہ رُخ لِٹا کر ذبح کرتے ہیں لیکن وہ بے قاعدہ ہمیں قتل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اِتنے میں دشمن کی فوج آ گئی اور اُنہوں نے بادشاہ کو قید کر لیا۔

غرض جو کام قاعدہ کے مطابق کیے جاتے ہیں وہی صحیح ہوتے ہیں۔ نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے سے کام نہیں ہوتا اور نہ ہی خون کے ساتھ دستخط کرنے سے کسی جرأت کا اظہار ہوتا ہے۔

کسی بُزدل سے بُزدل آدمی کو میرے پاس لے آؤ میں اُس کے خون کے ساتھ ایک کیا کئی دستخط کروا دوں گا۔ خون کے نکالنے سے کیا تکلیف ہوتی ہے۔ نلکی لگائی اور خون نکال لیا۔ ایک دفعہ جتنا خون سُوئی کے ساتھ باہر آجاتا ہے اُس سے چالیس دستخط ہو سکتے ہیں۔ کام فن سیکھنے سے ہوتا ہے۔ بجائے اِس کے کہ تم دس دس، بیس بیس ہو کر خون کے ساتھ کھیلو پچاس یا سو آدمی آ کر یہ کہو کہ ہم نے جنگی کام کی پوری سکھلائی کر لی ہے تم ہمارا ٹیسٹ لے لو تو تمہارا کام قدر کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ خالی خون سے دستخط کرنا نہایت لغو چیز ہے۔ یہ کام دونوں طرف ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں بھی مہاسبھائی اور سنگھ والے معاہدات پر خون کے ساتھ دستخط کر رہے ہیں اور پاکستان میں بھی بعض لوگوں کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے معاہدہ پر خون کے ساتھ دستخط کیے ہیں۔ حالانکہ یہ نہایت معمولی بات ہے۔ ایک شخص کا خون نکال کر بغیر اِس کے کہ اُسے اِس بات کا احساس ہو پچاس دستخط کیے جا سکتے ہیں۔ پرانے زمانہ میں فصد 4 لینے کا رواج تھا اور فصد میں آدھ آدھ سیر خون نکلوا دیا جاتا تھا اور آدھ سیر خون سے لاکھوں دستخط کیے جا سکتے ہیں۔ حکماء لوگوں کو یہ مشورہ دیتے تھے کہ موسم بہار کے شروع ہونے سے پہلے پہلے فصد لے لینی چاہیے تا اس موسم کا جسمانی صحت پر کوئی اثر نہ ہو۔ اور یہ فصد بادشاہ بھی نکلواتے تھے، وزیر بھی نکلواتے تھے اور عوام بھی نکلواتے تھے۔ جالینوس نے بھی اپنی کتابوں میں فصد پر زور دیا ہے اور بوعلی سینا نے بھی فصد پر زور دیا ہے۔ اگر یہ ایسی خطرناک بات ہوتی تو ایک گھٹیا سے گھٹیا اور بُزدل سے بُزدل آدمی فصد کیوں نکلواتا؟ خون کے ساتھ دستخط کرنے کا جرأت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جرأت کا تعلق ارادہ اور عزم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر تم آ کر یہ بتاتے ہو کہ ہم نے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کر لی ہے اور ایک گھنٹہ روزانہ خرچ کر کے دو سال میں ٹریننگ مکمل کر لی ہے تو یہ بات بیشک قابلِ قدر ہو گی ورنہ نعرے مار لینا یا خون کے ساتھ دستخط کر دینا ملک اور قوم کے لیے کسی صورت میں بھی مفید نہیں ہو سکتا۔ یہ بالکل لغو چیزیں ہیں۔ اور اگر دنیا ایسا کرتی ہے تو اُسے کرنے دو۔ تم لغو باتوں سے الگ ہو جاؤ۔ اور خواہ ملک کے لیے قربانی کا سوال ہو یا مذہب کے لیے وہ راستہ قربانی کا اختیار کرو جو خدا تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔ نہ نعرے ملک کے کام آتے ہیں، نہ وعدے دین کے کام آتے ہیں، ٹیکسوں کا صحیح ادا کرنا اور دفاع کے اصول سیکھنا ملک کے لیے

ضروری ہے۔ اور چندوں کے وعدے کرنا اور پھر وقت پر ادا کرنا اور نیک نمونہ تبلیغِ دین کے لیے ضروری ہے۔

تم میں سے بعض جب غیر احمدیوں سے بات کرتے ہیں تو اُن کے منہ سے جھاگ آنے لگتی ہے کہ ہم نے فلاں ملک میں تبلیغ کی ہے، فلاں ملک میں مبلّغ بھیجے ہیں حالانکہ انہوں نے تحریک جدید میں پانچ روپے کا حصہ بھی نہیں لیا ہوتا۔ جس شخص نے سو روپیہ دیا ہوتا ہے وہ تو خاموش رہتا ہے لیکن جس نے اس میں سرے سے حصہ ہی نہیں لیا ہوتا وہ جب کسی غیر احمدی سے بات کرتا ہے تو اُس کے منہ سے جھاگ آنے لگتی ہے۔ اگر یہ بات واقعی اچھی اور قابلِ فخر ہے کہ جماعت نے غیر ممالک میں مشن کھولے ہیں جن کے ذریعہ اسلام کی تعلیم کو پھیلایا جا رہا ہے تو تم تکلیف اُٹھا کر بھی تحریک جدید میں حصہ لو۔ یہ کوشش کرو کہ سوائے اشدّ معذور پن کے سب لوگ اِس میں حصہ لیں۔ کوئی ایسا آدمی جو مالی لحاظ سے اس تحریک میں حصہ لینے کے قابل ہے اِس سے پیچھے نہ رہے۔ اور پھر باہر کی جماعتوں میں اپنا نمونہ پیش کرو۔ میں نے اپنے گھر کے افراد کو چیک کیا ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ پچھلے تین سالوں سے ہمارے خاندان کے افراد کی طرف سے بھی چندہ تحریک جدید کی وصولی کم ہوئی ہے۔ گو اِس بات کا آپ کو پتا نہیں لیکن مشہور ہے "دل کو دل سے راہ ہوتی" ہے۔ خاندان مسیح موعود کے دلوں کا ربوہ کی جماعت کے دلوں پر اثر پڑا اور انہوں نے بھی سُستی کی اور پھر اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ جب مرکزی خرابی ہوئی دوسروں پر بھی اس کا اثر ہوا۔ پس تم کو کم سے کم جو چیز سامنے ہو اُس کی تو تنظیم کر لینی چاہیے اور یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ اگر آپ اپنی مکمل تنظیم کر لیں تو پھر آپ دوسری جماعتوں کو کہہ سکتے ہیں کہ ہم سب مہاجر ہیں۔ شاذ و نادر ہی ہم میں سے کوئی مقامی ہو، اگر ہم اتنی قربانی کر سکتے ہیں تو آپ کیوں نہیں کر سکتے؟ ہم نے کام کو بڑھانا ہے گرانا نہیں۔ مگر اسے گرنے سے بچانا زیادہ مقدم ہے۔ بچہ پیدا کرنے کے لیے تم کیا کیا جتن نہیں کرتے۔ کئی احمدی دوا فروش حَبِّ اٹھرا بیچ رہے ہیں۔ اب کوئی شخص حَبِّ اٹھرا خریدے اور اُدھر بچے کا گلا گھونٹ دے تو اُسے کون عقلمند خیال کرے گا۔ جب وہ حَبِّ اٹھرا پر رقم خرچ کرتا ہے تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ وہ بچہ کو بچانا چاہتا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک طرف وہ حَبِّ اٹھرا خریدے اور دوسری طرف وہ بچہ کا گلا گھونٹ دے۔ پس اگر یہ بات سچی ہے کہ

تم لوگ تمام دنیا کو مسلمان بنانا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ اگر تمہارا مخاطب دس بارہ لاکھ کا طبقہ ہے تو اُسے کروڑ تک پہنچا دو۔ اگر تمہاری قربانی یہ نتیجہ پیدا نہیں کرتی تو تمہارا دعویٰ یقیناً جھوٹا ہے اور تم ساری دنیا کو ہرگز مسلمان نہیں کر سکتے''۔ (الفضل 15 ستمبر 1951ء)

1: بخاری کتاب الایمان باب فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِیْنِہٖ

2: **سلیبس**: (Celebes) انڈونیشیا کا جزیرہ جو عام طور پر Sulawesi کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ (وکی پیڈیا آزاد دائرہ معارف زیر لفظ ''Celebes'' اور ''Sulawesi'')

3: البقرۃ:190

4: فصد: رگ سے خون نکالنا (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)